اس شمارے میں
جولائی ۲۰۱۸ء

اس کے علاوہ اور بہت کچھ جو آپ پڑھنا چاہتے ہیں

نقشِ آغاز محمود الرشید عباسی حدوٹی

کرتے کرتے مرنا اور مرتے مرتے کرنا

ابتدا اس رب جلیل و کریم کے نام پاک سے جس نے آسمان کو بغیر کسی سہارے کھڑا کر دیا، جس نے عبد اللہ کے لعل، آمنہ کے چاند، سپہ سالار بدر و حنین کو دونوں جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، جن کے آنے سے اندھیرے کافور ہوئے اور چہار سو اجالا ہوا۔

ایمان افروز بیانات، شعلہ بار تقاریر، دل و دماغ کے بند دریچے کھولنے والی سریلی اور مست کن آوازوں کو سننے کے بعد کچھ لوگوں کے دل و دماغ پر عجیب و غریب کیفیات کا پیدا ہونا ایک یقینی امر ہے، انسان تو انسان جنات بھی بے قابو ہو گئے تھے جب انہوں نے رحمت کائنات ﷺ کی پاک اور مبارک زبان سے قرآن کریم کی تلاوت سنی تھی، جنات بھی دل دے بیٹھے تھے، انہوں نے اپنے طبقے میں جا کر شور مچا دیا تھا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، آج جب کہ ہم خیر القرون سے ساڑھے چودہ سو سال کی مسافت پر ہیں، دنیا کی بے شمار آسائشات اور سہولیات کے بیچوں بیچ گزر کر زندگی کے نشیب و فراز کو بچشم وا ملاحظہ کر رہے ہیں، ایسے سمے اور ایسے لمحے میں بھی قدرت کی نیرنگیاں اور کاریگریاں اپنا کام دکھا رہی ہیں۔

آج بھی لوگ ایمان افروز باتیں سن کر کچھ کر گزرنے کے ارادے کر لیتے ہیں، تبلیغی جماعت والے جس مسجد میں کام کرتے ہیں وہ لوگوں کے ارادے اس وقت اپنی کاپی پر لکھوا لیتے ہیں جب لوگ ان کی سادہ سادہ باتیں، سادہ سادہ الفاظ میں سن لیتے ہیں، لوگ جب آمادہ عمل ہو جاتے ہیں تو جماعت والے لوگ ان کے نام اپنی کاپی پر لکھ لیتے ہیں، ایک وقت آتا ہے جب یہی ارادہ کرنے والا شخص اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنی پیٹھ پر بستر اٹھائے، اپنے ہاتھ میں برتن لٹکائے، اپنی گردن جھکائے ہاتھ کار ول اور دل یار

ول کیے ہوئے اللہ کے راستے میں نکل پڑتا ہے، جب وہ ان اللہ والوں کو قریب سے دیکھتا ہے، ان کی شبانہ روز کی کارروائیاں سنتا ہے، ان کے قول و فعل کی یکسانیت کو ملاحظہ کرتا ہے تو پھر زندگی انہی کے ساتھ گزارنے کا عزم بالجزم کر لیتا ہے۔

کچھ لوگ مولانا صاحب کی، خطیب صاحب کی سریلی اور مست کن تقریروں سے متاثر ہو کر کچھ کر گزرنے کی ٹھان لیتے ہیں، وہ سریلی اور مست کرنے والی تقریریں سننے کے شوقین بن جاتے ہیں، وہ ان سریلی تقریروں کی کیسٹیں ، وائس ریکارڈرز میں محفوظ کرواتے ہیں، اپنی گاڑیوں میں موجود ٹیپ ریکارڈر میں دوران سفر چلاتے ہیں اور سنتے چلے جاتے ہیں، وہ سریلی تقریروں سے محظوظ ہوتے چلے جاتے ہیں، بعض اوقات ان میں عمل کے جذبات انگڑائی لیتے ہیں، وہ لوگ مسجدوں کی طرف دوڑتے ہیں، اذانیں سن کر وضو بناتے اور اللہ کے گھر کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔

تقریروں نے ان لوگوں کو اللہ اور رسول اللہ کا تعارف کروایا، مقررین نے اپنی لے اور سر میں اللہ اور رسول اللہ کی مدح سرائی کی، اب ہر مسجد میں سریلے خطیب بھی نہیں اور جذباتی مقررین بھی نہیں ہیں، کہیں سادہ منش، درویش صفت خطیب ہیں، وہ بھی اپنے اپنے انداز میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت لوگوں کے دلوں میں اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اہل قلم اپنی تحریروں میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات عام کرنے کے لیے اپنے مضامین میں رنگ بھرتے ہیں، رسالے شائع کرتے ہیں اور کتابیں لکھتے ہیں، انہیں بھاری رقم ادا کر کے شائع کرتے ہیں اور لوگوں تک کسی نہ کسی طریقے سے پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کتابوں اور رسالوں کو دیکھ کر، پڑھ کر لوگ عمل کی طرف آتے ہیں، کچھ کر گزرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

اہل خانقاہ اپنی خانقاہوں میں تسبیحات کی تلقین کرتے ہیں، دلوں کو صاف کرتے ہیں، انسانی دل میں موجود کثافتوں اور کدورتوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ کی

محبت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پر بہت زور دیتے ہیں، ان کی شبانہ روز محنت اور کاوش کے باعث لوگ اللہ اللہ کرنے لگ جاتے ہیں، دن بھر کام کرتے ہیں اور رات بھر عبادت میں مصروف رہتے ہیں، ان کے ہونٹ ہمہ وقت حرکت کرتے ہیں جن پر اللہ اور رسول اللہ کا نام رقصاں رہتا ہے، جس طرح ان کی زبان اللہ اللہ کرتی ہے اسی طرح ان کا دل بھی اللہ اللہ کرتا ہے۔

اہل مدارس مدرسہ کی درسگاہوں میں قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں سے اپنے طلباء پر محنت کرتے ہیں، ان لوگوں کو قال اللہ اور قال رسول اللہ ﷺ سنتے سنتے آٹھ دس سال کا عرصہ گزر جاتا ہے، پھر اس تعلیمی سفر کے بعد وہ اس پیغام کو عام کرنے کے لیے کسی درس گاہ میں بیٹھ کر اس صدا کو اوروں تک پہنچاتے ہیں۔

میں کہاں تک اور کس کس طبقے کے کارنامے ذکر کروں، سب ہی تو ایک کام کے لیے اپنے آپ کو لگائے ہوئے ہیں کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے، یہ سب اپنے مولا کی غلامی کر رہے ہیں، یہ سب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے گھر کے برتن بھرنے والے لوگ ہیں، یہ سب لوگ انہی کے گھر کی چاکری میں لگے ہوئے ہیں۔

میں کئی تقریروں میں، بیانات میں، اپنی تحریروں میں عرض کر چکا ہوں کہ جناب! مست کن تقریروں، ایمان افروز بیانات، مسجع اور مقفیٰ عبارات پڑھنے کے بعد چند دن تک دین کا کام کر لیا جائے، چند دن تک اپنے کانوں میں رس گھولنے والی آوازیں سن کر رقصاں ہونے کی بات نہیں ہے بلکہ یہ کام زندگی کے ساتھ ساتھ کرنا ہے، یہ ہر نکلتے سانس کے ساتھ کرنا ہے، یہ کام دھڑکتے دل کے ساتھ ساتھ کرتے جانا ہے۔

وقتی جذبات، وقتی بیانات، وقتی تقاریر کے ساتھ نہیں بلکہ سدا بہار کام کرنا ہے، تھوڑا تھوڑا کرنا ہے اور لگاتار کرنا ہے، کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے مرتے کرنا ہے، وقتی ابال کے ساتھ کام نہیں چلے گا، یہ اپنے کو کھپا دینے سے ہو گا، اپنے کو چٹائی کے ساتھ چٹائی بنانے کے ساتھ ہو گا، دن رات کا مشغلہ بنانے سے کام چلے گا۔

واہ واہ! تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں بھائی اللہ دتہ مرحوم کیا خوبصورت بات کہہ رہے تھے، کہ بھئی! کام تسلسل سے کرنا ہے، پیہم کرنا ہے، لگاتار کرنا ہے، ایک انڈا اگر آپ ابالنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے لگاتار دس منٹ خرچ کریں گے تو بوائل ہو جائے گا، مگر آپ اسے وقفے وقفے سے ابالنا چاہیں گے تو وہ کئی دن لے جائے گا، آپ ایک لکڑی کاٹنا چاہتے ہیں تو لگاتار اسے آدھ گھنٹہ ، ایک گھنٹہ دے دیں تو وہ دھڑام سے زمین پر آن گرے گی، جب کہ اسی لکڑی کو وقفے وقفے سے کاٹنا چاہیں گے تو کئی دن لگ جائیں گے، اسی طرح دین کا کام وقفے وقفے سے، ٹھہر ٹھہر کر، سانس روک روک کر نہیں بلکہ تسلسل سے کرنا ہے۔

نماز چند دن تک جوش وخروش سے پڑھنے کی چیز نہیں ہے یہ ایسا عمل ہے جو لگاتار کرنا ہے، نماز اس وقت تک پڑھتے رہنا ہے جب تک بے بسی نہ آجائے، آپ کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھیے، آپ اتنے بیمار ہیں کہ بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھیے، اگر آپ اتنے شدید بیمار ہیں کہ لیٹ کر پڑھنے سے عاجز آچکے ہیں تو پھر پہلو کے بل پر پڑھیے، اگر آپ اس سے بھی عاجز ہو گئے، نوبت پلکوں کے اشاروں، آنکھ کے اشاروں، انگلی کے اشاروں تک پہنچ گئی ہے تو ٹھہر جایئے، صحت کے زمانے کا انتظار کیجیے، مگر معافی کی شکل نہیں ہے۔

آپ صاحب استطاعت ہیں تو ذرا مکہ مکرمہ کی طرف چلیے، ذرا طیبہ کے نگر کا سفر کیجیے، آقا کے روضے کی جالیوں کے پاس جا کر صلاۃ وسلام پیش کیجیے، مکہ میں اور عرفات کے میدان میں لبیک اللھم لبیک کی صداؤں سے فضاؤں کو معطر ومعنبر کیجیے۔

آپ کی تجوریوں میں مال کی چھن چھن ہے، آپ کے اکاؤنٹس میں دولت کی ریل پیل ہے، آپ صاحب نصاب ہیں تو ہمت کیجیے، اپنے پرس، اپنے بٹوے، اپنے اکاؤنٹس کو حرکت دیجیے، اللہ کے راستے میں مال لٹایئے، یہ مال آپ کا نہیں ہے، یہ میرے رب کا عطیہ ہے، اس میں آپ کا حق ہے، اس میں سوالیوں کا حق ہے، اس میں زندگی کی گاڑی کھینچنے میں پیچھے رہ جانے والوں کا حق ہے، اس میں مجبور اور مقہور حال لوگوں کا حق ہے،

اس میں سفید پوش لوگوں کا حق ہے، جو اپنی چار دیواری کے پیچھے ہر جبر و ستم سہہ جائیں گے مگر آپ کے سامنے دست سوال دراز نہیں کریں گے، کنجوس نہ بنیے، سخی بنیے، یہ مال آپ کی تجوری سے باہر آئے گا، آپ کے پرس اور بٹوے کی زنجیریں کھلیں گی تو اللہ اس تجوری میں مزید برکات کا مینہ برسائے گا۔

مدینہ والی سرکار، آقائے نامدار، صاحب لولاک، صاحب معراج وبراق، سپہ سالار بدروحنین نے فرمایا کہ جب صبح کی پو پھٹتی ہے تو دو فرشتے آسمان سے زمین پر جلوہ گر ہوتے ہیں اور وہ صدا لگاتے ہیں کہ اے مولا! دینے والے کو اور دے، نہ دینے والے کا مال برباد کر دے، اس دعا کے مستحق بنو، تمہارے اس مال کو زنگ لگ جائے گا، زکوٰۃ نہیں نکالو گے تو یہ مال گنجا سانپ بن کر بروز محشر تمہیں لپٹے گا، کاٹے گا اور صدا لگائے گا کہ میں ہوں تیرا مال، میں ہوں تیرا خزانہ، میں ہوں تیری تجوری، پھر وہ وقت تیری بے بسی دیکھنے کا ہو گا، جہاں مال و اولاد، سیم وزر کام نہیں آئے گا، رشوت، سفارش کام نہیں آئے گی۔ زمین بھر کر خزانے لٹانے کی ادنیٰ سی کوشش بھی کام نہیں آسکے گی، اس لیے نکالنا ہے تو ابھی نکال لے، یہی وقت ہے، یہ سنہری تجارت کرنے کا لمحہ ہے، اس لمحہ موجود کو اپنا لے، اس میں کچھ کر لے۔

لکھنے والے، بولنے والے، پڑھنے والے، پڑھانے والے، سمجھنے والے، سمجھانے والے ایک بات تو ذہن نشین کر لیں کہ ہمارا کام ایک دو دن، ایک دو سال، ایک دو ماہ کا نہیں ہے، یہ ہمیشہ کرنے کا کام ہے، یہ عزرائیل کی آمد تک کرنا ہے، یہ روح قفس عنصری سے پرواز کرنے تک کرنا ہے، یہ نصیحت ہے، اللہ رحمٰن ورحیم کا فرمان عالی شان ہے کہ آپ نصیحت کرتے جایئے، نصیحت اہل ایمان کو فائدہ دیتی ہے، مولا علی شیر خدا کو میرے آقا ومولا، بدرالدجیٰ، شمس الضحیٰ، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے علی! اگر تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت کی دولت نصیب ہو گئی تو تیرے لیے یہ بات سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

اس لیے دوستو! آگے بڑھو اور کچھ کرلو، یہ دارالامتحان ہے، دارالجزا نہیں ہے، یہاں جو کچھ کرنا ہے اس کا صلہ اور اس کا اجر یہاں نہ دیکھو، خباب بن الارت کی زندگی کو سامنے رکھو جن کے خاکی جسم کے اندر لوہے کی گرم سلاخیں داغ دی گئی تھیں، جب عہد فاروقی میں فتوحات کے دروازے چوپٹ کھلے تو خباب کی آنکھیں بھر آئیں اور زبان پر یہ حسرت آمیز الفاظ رقصاں ہوگئے کہ اے مولا! ہم نے یہ سب کچھ برداشت کیا تھا آخرت کے لیے مگر ہمیں یوں لگ رہا ہے کہ ہمارے نیک اعمال کا، ہمارے امتحانوں کا صلہ ہمیں یہیں ملنا شروع ہوگیا ہے، ہم نے اللہ کو راضی کرنا ہے، ہمیں اپنے مولا کا نوکر اور چاکر بن کر کام کرنا ہے۔

اس لیے میں پھر عرض کر رہا ہوں کہ ہم نے دین کا کام کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے مرتے کرنا ہے، اس لیے کہ دین کا کام کرنے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے جو کچھ ملنے والا ہے اس کے بارے میں ہم یہاں سوچ بھی نہیں سکتے، ہماری آنکھیں دیکھ بھی نہیں سکتیں، ہمارے دل پر اس کا خیال تک نہیں گزر سکتا، مگر ہمارا ایمان وایقان ہے کہ ہم لوگ جو دین کا کام کرنے والے ہیں ہمیں اللہ کی طرف سے بہت کچھ ملنے والا ہے، اللہ کے خزانے لامحدود ہیں، اس کے خزانوں اور اس کی عطاؤں سے ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ کی بارگاہ میں عرض پرداز ہوں کہ اے الٰہ العالمین! ہمیں اپنی غلامی میں لگائے رکھیے، ہم آپ کے اور آپ کے حبیب نبی کریم ﷺ کی غلامی میں اپنا اعزاز سمجھتے ہیں۔ اے اللہ قبول فرمالے

خادم اسلام

محمود الرشید عباسی

جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور

۲۶ جون ۲۰۱۸ء ۱۱ شوال المکرم ۱۴۳۹، بروز منگل بوقت ساڑھے تین بجے رات

درس قرآن

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ سے لے کر ٰملک یوم الدین تک اللہ تعالیٰ کی تعریف تھی اور ایاک نعبد وایاک نستعین میں اپنا تعلق بتایا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، مانگتے کیا ہیں؟ آگے اس کا ذکر ہے۔ فرمایا۔۔۔

صراط مستقیم : اھدناالصراط المستقیم چلا ہم کو سیدھے راستے پر صراط الذین راستہ ان لوگوں کا انعمت علیھم جن پر تو نے انعام کیا۔

قرآن کریم کی بہترین تفسیر وہ ہے جو خود قرآن کریم سے ہو توانعمت علیھم کی تفسیر خود قرآن کریم نے کی ہے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ یہ لوگ ہیں فرمایا۔

انعام یافتہ قومیں : فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ من النبین والصدیقین والشھدآء والصٰلحین وہ نبی ہیں، صدیق ہیں، شہداء ہیں اور صالحین ہیں۔ ان چاروں پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے۔

(۱) پہلے درجے میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو انعام اپنے پیغمبروں پر کیا ہے۔ وہ اور کسی پر نہیں کیا۔

(۲) دوسرے نمبر پر صدیق ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔

(۳) تیسرے نمبر پر شہداء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے کافروں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

(۴) چوتھے نمبر پر صالحین ہیں۔ کہ وہ نہ تو پیغمبر ہیں نہ صدیق ہیں، نہ شہید ہیں۔ بلکہ ایمان لا کر نیکیاں کر کے اخلاق حسنہ کے ساتھ نیکوں کی صف میں شامل ہو گئے ہیں۔

یہ چار گروہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے۔ یہ صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں۔ صواط مستقیم کیا ہے ؟ اس کی تفسیر بھی اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں فرمائی ہے۔ اٹھواں پارہ چھٹا رکوع نکال کر دیکھ لیں۔

قل تعالوا اتل ماحرم۔۔۔۔۔۔ به لعلكم تتقون (آیت نمبر ۱۵۱ تا ۱۵۳)

اے نبی کریم ! ﷺ آپ کہہ دیں آؤ میں پڑھ کر سناؤں تمہیں وہ چیزیں جو حرام فرمائی ہیں تمہارے پروردگار نے تم پر وہ یہ ہیں کہ تم شریک نہ ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قتل نہ کرو اپنی اولاد کو غربت کی وجہ سے ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی اور نہ قریب جاؤ بے حیائی کی باتوں کے جو ظاہری ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ ہوں ان میں سے اور نہ قتل کرو اس جان کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ مگر حق کے ساتھ ان باتوں کا اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تم کو تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقے سے جو بہتر ہو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائے اپنی قوت کو اور پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب تم بات کرو تو انصاف کے ساتھ کرو اگرچہ قریبی رشتہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ پس اس پر تم چلو۔

تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور اصول بیان فرمائے ہیں اور اس پر چلنے کا حکم دیا ہے۔

مغضوب علیہم کون؟: غیر المغضوب علیھم ان لوگوں کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہوا ولا الضالین اور نہ گمراہوں کا۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۳۴ مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۸ میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا **مغضوب علیھم** یہودی ہیں اور **ضالین** نصاریٰ ہیں۔

یہودی حقیقت کو جانتے اور سمجھتے تھے پھر ایمان نہیں لائے۔ قرآن کریم میں ارشاد باتی ہے **یعر فونہ کما یعرفون ابناء ھم** وہ اس پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح بیٹوں کو پہچانتے ہیں مگر ضد کی وجہ سے مانتے نہیں تھے۔ گمراہی کے دو طریقے ہیں

(۱) ایک یہ کہ لاعلمی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے حق کو نہ حاصل کر سکے۔

(۲) دوسرا یہ کہ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی انکار کر گئے۔

یہودی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو پہچانتے اور قرآن کریم کو حق جاننے کے باوجود محض ضد کی وجہ سے انکار کرتے تھے اور نصاریٰ کے پاس اس وقت اتنا علم نہیں تھا جتنا یہود کے پاس تھا۔ تو نصاریٰ لاعلمی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔ اور یہود کے مرد تو در کنار ان کی عورتیں بھی عالم تھیں۔ اور آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کے حق ہونے کے متعلق معلومات رکھتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے قبول اسلام کا واقعہ : حضرت عبداللہ بن سلام کی پھوپھی تو رات کی بڑی ماہر تھیں اور بتایا کرتی تھیں کہ اس طرح ایک پیغمبر نے آنا ہے اور اس کے یہ یہ اوصاف اور خوبیاں ہوں گی۔ اور وہ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئیں گے تو ان کے ساتھیوں نے سفید لباس پہنا ہوا ہو گا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن سلام کھجوریں اتارنے کیلئے درخت پر چڑھے ہوئے تھے اور ان کی پھوپھی نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں کھجور کا خوشہ تھا میں نے مکہ مکرمہ کی طرف سے کچھ آدمیوں کو آتے ہوئے دیکھا میں نے پھوپھی کو آواز دی کہ یہ آدمی مکہ کی طرف سے آرہے ہیں۔ اور سفید لباس پہنے ہوئے ہیں۔

پھوپھی نے کہا کہ یہ وہی پیغمبر اور ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے آنا تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام کھجور کے خوشے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے خوشی خوشی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خوشی کی وجہ سے خوشے بھی نہ رکھ سکے۔ آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا تو کہنے لگے **ان الوجہ لیس بوجہ کذاب** بیشک یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ اور اسی مجلس میں مسلمان ہوگئے۔ جب یہ آپ ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے اس وقت آپ ﷺ یہ بیان فرمارہے تھے کہ لوگو!۔

مدینہ طیبہ پہنچنے پر حضور ﷺ کا پہلا خطبہ مبارکہ :

☆اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور

☆**افشوا السلام** اور سلام کو عام کرو، اکرام مؤمن ملحوظ رکھو، ایک دوسرے کی قدر کرو۔

☆**اَطعِمُوا الطَّعَامَ** غریبوں کو کھانا کھلاؤ۔

☆**وَلَیِّنُو الکَلَامَ** اور نرم گفتگو کرو۔

☆**صَلُّوابااللَّیل وَالنَّاسُ نِیَامٌ** لوگ جب سوئے ہوئے ہوں تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ یہ پہلا درس تھا آنحضرت ﷺ کا۔

مسلمان ہونے کے بعد واپس پھوپھی کو بتایا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ تو پھوپھی نے کہا کہ ابھی اپنے ایمان کا اعلان نہ کرنا ورنہ یہودی تجھے قتل کردیں گے۔ تو یہود دیدہ دانستہ حق کے راستے کو چھوڑ کر گمراہ ہوئے یہ **مغضوب علیھم** ہیں۔ لہٰذا اے پروردگار! جن پر تیرا غضب ہوا ان کے راستے پر نہ چلا اور **ولا الضالین** اور نہ ان کے راستہ پر چلا جو غلط فہمی میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوئے۔ یعنی نصاریٰ۔

" آمین " اور اس کا معنی : آمین کا معنٰی ہے اے اللہ! ہماری دعا قبول فرما۔ اٰمین کا ذکر حدیث پاک میں آتا ہے۔۔ اور قرآن کریم میں اس لئے نہیں لکھی گئی کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ قرآن پاک کا حصہ ہے۔ اتنی احتیاط کی گئی ہے۔ ☆☆

درس حدیث شریف

محمود الرشید عباسی حدوٹی

قبضہ مافیا

<*> حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سبع أرضين

جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لی پس بے شک اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

<*> حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سبع أَرضِينَ

جس نے کسی کی زمین اس کے حق کے بغیر لی، اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک اندر دھنسایا جائے گا۔ (بخاری)

<*> یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَخَذَ أَرْضًا بِغَيْرِ حَقِّهَا كُلِّفَ أَنْ يَحْمِلَ تُرَابَهَا الْمَحْشَرَ . رَوَاهُ أَحْمَدُ

جس نے کسی زمین کو اس کے حق کے بغیر لیا اسے قیامت کے دن اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ اس کی مٹی کو اٹھائے۔

<*> یعلیٰ بن مرہ کی رضی اللہ عنہ دوسری روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ كَلَّفَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَحْفِرَهُ حَتَّى يَبْلُغَ آخِرَ سَبْعِ أَرَضِينَ ثُمَّ يُطَوَّقَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاس . رَوَاهُ أَحْمد

جس آدمی نے ایک بالشت زمین پر ظلماً قبضہ کیا تو اللہ اسے مکلف بنائیں گے کہ وہ اس کی کھدائی کرے یہاں تک کہ ساتویں زمین کے آخر تک پہنچ جائے، پھر قیامت کے دن اسے طوق بنایا جائے گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔

گمشدہ چیز کا حکم

<*> حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ أَوْ ذَوِي عَدْلٍ وَلَا يَكْتُمْ وَلَا يُغَيِّبْ فَإِنْ وَجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (أَحْمَدُ)

جسے کوئی گری پڑی چیز ملے اسے چاہیے کہ وہ کسی عادل شخص کو گواہ بنالے، اس چیز کو چھپائے بھی نہیں اور اسے غائب بھی نہ کرے، اگر اس کا مالک مل جائے تو اسے واپس کر دے اور اگر اس کا مالک نہ ملے تو یہ اللہ کا مال ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

<*> حضرت جارود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ضَالَّةُ الْمُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

مسلمان کی گمشدہ چیز جہنم کی آگ میں جھلسنا ہے۔

خوف خدا سے رونا دھونا

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ابوالقاسم (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تمہارا رونا زیادہ اور ہنسنا کم ہو جائے (یعنی قیامت کے احوال اور اس کی ہولناکیاں، مبدأ و معاد کی حقیقت گنہگاروں کے تئیں اللہ تعالیٰ کا عتاب و عذاب یوم حساب کی شدت پرسش اور باری تعالیٰ کی صفات قہریہ وجلالیہ کو، جو خوف مصیبت کا باعث ہیں جس قدر میں جانتا ہوں اور پھر ان چیزوں کے تعلق سے تمہارے انجام کار کے بارے میں جو کچھ مجھے معلوم ہے اور جس کی وجہ سے میرے دل پر ہر وقت غم وخوف طاری رہتا ہے اگر تم بھی ان سب چیزوں سے پوری طرح آگاہ ہو جاؤ تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خوف وہیبت کے مارے تم ہنسنا بھول جاؤ اور اپنا زیادہ وقت رونے اور غم کھانے میں صرف کرو، کیونکہ اس صورت میں تم رجا یعنی رحمت الٰہی کی امید کے مقابلہ پر عذاب الٰہی کے خوف کو زیادہ ترجیح دینے لگو)۔ (بخاری)

دینی مسائل اور ان کا حل

حضرت مولانا مفتی محمد زبیر صاحب جامعہ صفہ کراچی

بیوی کے نام کیئے گئے مکان میں ورثاء کا حصہ

سوال میں نے اپنی بیوی کو اپنے والد کی جائیداد کی رقم دے کر ایک پلاٹ اپنی بیوی کے نام کروایا اوراس کو بنوا کر مستقل طور پر اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ رہنے لگا۔ کچھ وقت پہلے میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اب میری بیوی کی والدہ دعویٰ کر رہی ہے کہ چونکہ مکان میری بیٹی کے نام ہے اس لیے مکان فروخت کر کے مجھے حصہ دو! جبکہ میرا مذکورہ پلاٹ کو اپنی بیوی ذاتی ملکیت میں دینا مقصود نہیں تھا۔ اب صرف نام ہونے کی وجہ سے مکان کی میراث جاری ہو گی کیا شرعی لحاظ سے میری ساس کا حصہ بنے گا؟ مہربانی فرما کر تفصیل سے مسئلے کا حل تحریر فرمائیں۔ (فاروق چودھری، شاہ فیصل کالونی)

جواب صورت مسئولہ میں اگر آپ نے بیوی کے نام مکان خرید کر خود اس میں رہائش اختیار کرنے سے پہلے بیوی کو تنہا مکمل طور پر قبضہ دے کر مالک بنادیا تھا تو یہ مکان بیوی کی ملکیت ہے۔ جس میں ان کے تمام ورثاء کا حق ہے اوران میں آپ اور بیوی کی والدہ بھی شامل ہیں، اوراگر آپ نے محض کاغذات میں بیوی کے نام کیا تھا اور خریدنے کے بعد بیوی کو مالکانہ حقوق کے ساتھ مالک و قابض بنا کر حوالے نہیں کیا تھا بلکہ آپ پلاٹ کو تعمیر کرا کے بیوی بچوں سمیت اس میں رہتے رہے تو یہ آپ کی ملکیت ہے۔ اس میں آپ کی بیوی کی والدہ کا کوئی حق و حصہ نہیں ہے۔

بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کا حصہ

سوال ①والد کی زندگی میں بیٹا فوت ہوگیا ہو تو پھر دادا کی میراث میں پوتا اور پوتیوں اور بہو کا شرعاًوراثت میں حصہ بنتا ہے کہ نہیں؟

سوال ②والد کی زندگی میں بیٹا فوت ہوگیا ہے، بیٹے کے ذاتی مال و دولت میں ایک پوتا دو پوتیوں اور بہو کو دادا کی وراثت میں کیا حصے ملیں گے اگر وراثت ۴۲ لاکھ ہو تو کتنے کتنے حصے ملیں گے، مہربانی فرما کر فارمولا بھی لکھ دیں۔(ریٹائرڈ صوبیدار حاجی نور حسین، ضلع سیالکوٹ)

جواب:① اگر والد کے انتقال کے وقت کوئی بیٹا بھی زندہ ہو تو زندگی میں فوت ہونے والے بیٹے کی اولاد کو شرعاًدادا کی میراث سے حصہ نہیں ملتا اور بہو بھی اپنے سسر کے ترکے میں حصہ دار نہیں ہوتی۔ تاہم اگر کوئی بیٹا بھی والد کی وفات کے وقت حیات نہ ہو بلکہ اس سے قبل ہی سارے وفات پا جائیں تو ایسی صورت میں پوتوں کو دادا کی میراث سے شرعی قانون کے مطابق حصہ ملتا ہے۔

②البتہ مذکورہ صورت میں زندگی میں فوت ہونے والے بیٹے نے اپنی ذاتی کوئی جائیداد و مال چھوڑا ہو تو وہ ان کی اولاد اور بیوہ میں تقسیم ہوگا۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ مرحوم والد نے بوقت انتقال اپنی ملکیت میں جو کچھ منقولہ و غیر منقولہ مال و جائیداد، دُکان، مکان پلاٹ، زمین، سونا، چاندی، نقد رقم، کپڑے، برتن، غرض ہر طرح کا جو چھوٹا بڑا ساز و سامان چھوڑا وہ سب مرحوم کا ترکہ ہے۔ جس میں سب سے پہلے مرحوم کے کفن، دفن کے متوسط اخراجات نکالے جائیں۔ یہ اخراجات کسی نے اپنی طرف سے بطورِ احسان ادا کر دیئے ہوں تو پھر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد دیکھیں اگر مرحوم کے ذمّے کوئی قرض واجب الادا ہو تو وہ ادا کریں۔ اس کے بعد دیکھیں اگر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک اس پر عمل کریں۔ اس کے بعد جو کچھ بچے اس کے کل بتیس (۳۲) مساوی حصے کریں، جس میں سے بیوہ کو چار (۴) حصے

اور مرحوم کے بیٹے کو چودہ (۱۴) حصے اور ہر بیٹی کو سات سات (۷) حصے دیدیں۔ واضح رہے یہ تقسیم اس وقت ہے کہ مرحوم کی والدہ بھی ان کی زندگی میں وفات پاچکی ہو ورنہ یہ حکم نہیں ہوگا ایسی صورت میں والدہ کے ورثاء کی بھی تفصیل لکھ کر مسئلہ دوبارہ دریافت کرلیا جائے۔ ۴۲لاکھ روپے اگر دادا کی میراث ہے تو وہ دادا کی زندگی میں فوت ہونے والے بیٹے کی اولاد اور ان کی بیوہ میں تقسیم نہیں ہوگی، اور اگر یہ مرحوم بیٹے کی ذاتی وراثت ہے تو اسے مذکورہ بالا طریقہ پر تقسیم کیا جائے گا۔

شادی ہال چلانے کے کاروبار کے بارے میں مسئلہ

سوال شادی ہال چلانا بطور کاروبار شرعاً ٹھیک ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں گانے بجانے اور مخلوط اجتماع ہوتا ہے لہٰذا اس کی آمدنی ٹھیک نہیں آپ کیا فرماتے ہیں

جواب شادی ہال کا کاروبار جائز ہے اور اس کی آمدنی بھی حلال ہے تاہم کوشش کرنی چاہئے کہ تقریب کی انتظامیہ کو شرعی منکرات سے روکنے کی ترغیب دی جائے اور کوئی خلاف شریعت کام کرنا چاہے تو اسے حکمت و موعظۂ حسنہ کے ساتھ سمجھایا جائے۔

رضاعی والد کی کسی اولاد سے نکاح کا مسئلہ

سوال حاجی خدابخش نے تین شادیاں کیں۔ ایک بیوی کا نام مریم دوسری کا سید بی بی تیسری کا حیری ہے۔ مریم سے دو بیٹے، سات بیٹیاں، سید بی بی سے چھ بیٹے ہیں اور حیری سے ایک بیٹی جس کا نام رابعہ ہے۔ رابعہ کا ایک بیٹا ہے جس کا نام راشد ہے اور راشد نے سید بی بی کا دودھ پیا ہے۔ اس صورت میں سید بی بی راشد کی رضاعی ماں بھی ہے اور سوتیلی دادی بھی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ راشد کیلئے مریم کی پوتیوں اور نواسیوں سے نکاح جائز ہے؟

جواب مذکورہ صورت میں جب راشد نے اپنی سوتیلی نانی سید بی بی کا دودھ پیا ہے تو وہ اس کی رضاعی والدہ بن گئی اور ان کے شوہر حاجی خدابخش اس کے رضاعی والد بن گئے اور رضاعی والد کی اولاد اور اولاد کی اولاد حرام ہے لہٰذا اب راشد کا نکاح حاجی خدابخش کی کسی پوتی اور نواسی سے نہیں ہوسکتا۔ ☆☆☆

سیرت مصطفےٰ کریم ﷺ

مولانا قاری عبد السلام عباسی حدوٹی

نبی کریم ﷺ کی سخاوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیر (اچھی چیزوں) میں تمام انسانوں میں سے زیادہ سخی تھے اور آپ رمضان کے مہینے میں سخاوت میں بہت ہی زیادہ بڑھ جاتے تھے۔ جبرئیل ہر سال رمضان کے مہینے میں اس کے ختم ہونے تک (روزانہ آکر) آپ سے ملتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے سامنے قرآن مجید کی قراءت فرماتے تھے۔ اور جب حضرت جبرئیل آپ سے آکر ملتے تھے تو آپ خیر (کے عطا کرنے) میں بارش برسانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ سخی ہوجاتے تھے۔(مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (تقریباً) دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی، اللہ کی قسم! آپ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا اور نہ کبھی کسی چیز کے لیے مجھ سے یہ کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا؟ یا فلاں کام کیوں نہ کیا۔؟(مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کی: اللہ کے رسول ﷺ! انس ایک سمجھدار لڑکا ہے، اس لیے یہ آپ کی خدمت کرے گا (حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) کہا: پھر میں سفر اور حضر میں آپ ﷺ کی خدمت کرتا رہا اللہ کی قسم! میں نے کوئی کام کیا تو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا:

تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا؟اور میں نے کوئی کام نہ کیاتو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: تم نے یہ کام اس طرح کیوں نہیں کیا؟(مسلم)

نبی کریم ﷺ کے عالی اخلاق

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں میں اخلاق کے سب سے اچھے تھے، آپ نے ایک دن مجھے کسی کام سے بھیجا، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میرے دل میں یہ تھا کہ نبی ﷺ نے مجھے جس کام کا حکم دیا ہے میں اس کے لیے ضرور جاؤں گا۔ تو میں چلا گیا حتیٰ کہ میں چند لڑکوں کے پاس سے گزرا، وہ بازار میں کھیل رہے تھے، پھر اچانک (میں نے دیکھا) رسول اللہ ﷺ نے پیچھے سے میری گدی سے مجھے پکڑ لیا، میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے چھوٹے انس! کیا تم وہاں گئے تھے جہاں (جانے کو) میں نے کہا تھا؟ میں نے کہا جی! ہاں، اللہ کے رسول! میں جا رہا ہوں۔(مسلم)

موسیٰ بن انس رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی، کہا: رسول اللہ ﷺ سے اسلام (لانے) پر جو بھی چیز طلب کی جاتی آپ وہ عطا فرما دیتے، کہا: ایک شخص آپ کے پاس آیا تو آپ ﷺ دو پہاڑوں کے درمیان (چرنے والی) بکریاں اسے دے دیں، وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس گیا اور کہنے لگا: میری قوم! مسلمان ہو جاؤ بلا شبہ محمد اتنا عطا کرتے ہیں کہ فقر وفاقہ کا اندیشہ تک نہیں رکھتے۔(مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ فتح یعنی فتح مکہ کے لیے جہاد کیا، پھر رسول اللہ ان مسلمانوں کے ساتھ جو آپ کے ہمراہ تھے نکلے اور حنین میں خونریز جنگ کی، اللہ نے اپنے دین کو اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی، اس دن رسول اللہ نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطا فرمائے، پھر سو اونٹ پھر سو اونٹ۔ ابن شہاب نے کہا: مجھے سعید بن مسیب نے یہ بیان کیا کہ صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ نے مجھے جو عطا فرمایا، مجھے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ بغض آپ ﷺ سے تھا۔ پھر آپ مجھے مسلسل عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ مجھے تمام انسانوں کی نسبت زیادہ محبوب ہو گئے (مسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مقدس کتاب قرآن کریم

حافظ اسامہ محمود عباسی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم قرآن کے اعراب کوواضح کرکے پڑھواور اس کے اسرار وغرائب تلاش کرو۔(ابن ابی شیبہ)

قرآن کریم کے اعراب کو واضح کرکے پڑھنے سے الفاظ میں نکھار اور حسن پیدا ہوتا ہے، جہاں مد ہو وہاں حرف کو کھینچنا چاہیے، جہاں شد ہووہاں ایک حرف کو دوبار پڑھنے کی طرح پڑھا جانا چاہیے، جہاں راپر زبر، پیش ہو وہاں را کو پر کرکے پڑھنا چاہیے، جن حروف پر قلقلہ کیا جاتا ہے وہاں قلقلہ کرنا چاہیے، جہاں غنہ کرنا چاہیے وہاں غنہ کیاجائے، جس حرف کو جتنا اور جس قدر پڑھنا ضروری ہے اسے اسی قدر اور اتنا ہی پڑھنا چاہیے، قرآن کریم پڑھانے والے اساتذہ سے قرآن کریم پڑھنے کی مشق کرنا چاہیے، مشق کے ساتھ قرآن کریم زبان پر رواں ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر بن زید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی طرف خط لکھا اور فرمایا: حمد وصلوۃ کے بعد۔ پس تم لوگ سنت میں سمجھ بوجھ پیدا کرو، اور عربی زبان میں سمجھ بوجھ پیدا کرو، اور قرآن کے اعراب کو واضح کر کے پڑھو۔ اس لیے کہ وہ عربی زبان میں ہے۔(ابن ابی شیبہ)

سنت حضرت نبی کریم ﷺ کے نورانی طریقے کو کہاجاتا ہے، ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے پیارے نبی ﷺ کے طریقوں سے آگاہی حاصل کرتا ہے، پھر ان کو اپنی زندگی میں جگہ دیتاہے، عربی زبان چونکہ قرآن کریم کی زبان ہے، اہل عرب

کی زبان ہے، اہل جنت کی زبان ہے، اسے سیکھنا بہت ضروری ہے، اسے سیکھ کر ہی قرآن کریم کے احکامات کو انسان سمجھ سکتاہے، عربی زبان سیکھ کر ہی قرآن کریم کے تلفظ درست طور پر ادا کر سکتاہے، عربی زبان سیکھ کر ہی قرآن کریم کے مفاہیم اور مطالب سے آگاہی حاصل کر سکتاہے۔

حضرت ابی بن کعب نے ارشاد فرمایا: تم لوگ عربی زبان کو ایسے سیکھو جیسے قرآن کو زبانی یاد کرتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

مسلمانوں نے شروع سے ہی قرآن کریم کو سیکھنے اور سکھانے کی خوب محنت کی ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کو سارا قرآن کریم نوک زباں ہوتاہے، دنیا بھر میں پھیلے بچے اور جوان قرآن کریم اس طرح پڑھتے ہیں جس پر رشک کیا جائے، اگر مسلمان اسی طرح عربی زبان بھی سیکھ لے تو اس کے بے شمار مسائل از خود ہی حل ہو سکتے ہیں، عربی سیکھنے کے بعد مسلمان بے شمار مسائل قرآن کریم سے سیکھ سکتاہے۔

حضرت ابن بریدہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے ارشاد فرمایا: میرے لیے قرآن کی ایک آیت کو اعراب کی وضاحت کے ساتھ پڑھنا قرآن کی اتنی اور اتنی آیات کو اعراب کی وضاحت کے بغیر پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ مسلمان جب قرآن کریم اعراب کی درست ادائیگی کے ساتھ پڑھتاہے تو اسے کئی گناہ لطف حاصل ہوتاہے، اعراب کی درست ادائیگی کے بغیر قرآن کریم کی تلاوت لطف نئ دیتی، اگرچہ قرآن کریم کو دیکھنا بھی کار ثواب ہے، اسے ہاتھ میں رکھنا بھی باعث برکت ہے، مگر اس کی تلاوت، تلاوت بھی درست اعراب کے ساتھ یہ نور علی نور ہے۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اپنے بیٹے کو غلطی پر مارا کرتے تھے۔

بچوں کو ادب سکھانے کے لیے ہلکی پھلکی مار اور تادیبی کارروائی کسی دور میں بھی باعث نفرت اور قانون شکنی نہیں رہی، یہ ہمارے دور میں ہی عجیب تبدیلی رونما ہوئی ہے

کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تو اساتذہ، طلباء ایک دوسرے کو کلاشنکوفوں کے ساتھ، ڈنڈوں اور مختلف آہنی سلاخوں کے ساتھ مارپیٹ کریں تو قابل برداشت ہے، مگر دینی مدارس میں بچوں کو ادب سکھانے کے لیے معمولی سامارنا بھی جرم قرار دیا گیاہے، ذرائع ابلاغ کے ہاتھ ایک معمولی ساایساواقعہ آجائے جس کا تعلق دینی مدارس سے ہو تووہ سارا پاکستان سرپر اٹھالیتے ہیں اور اس ایک نادر واقعہ کو سارے مدارس کی پہچان بنا دیتے ہیں۔ غلطی پر جب تک کسی کو سزا نہیں دی جاتی تب تک وہ غلطی کو غلطی نہیں سمجھتا۔

حضرت ابو موسیٰؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حسن سے کہا: اے ابو سعید! اللہ کی قسم! میں آپ کو دیکھتاہوں کہ آپ غلطی کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا، اے میرے بھتیجے! سبقت لسانی کی وجہ سے غلطی کرجاتاہوں۔(ابن ابی شیبہ)

اکابرین واسلاف نے کبھی بھی اس پر جرأت نہیں کی کہ وہ اپنی غلطی کو غلطی تسلیم نہ کریں، بلکہ وہ غلطی کی نشاندہی پر مسکراکر اسے تسلیم کرلیتے تھے، جیسے حضرت حسن نے فرمایا کہ سبقت لسانی کی وجہ سے غلطی ہو جاتی ہے، یعنی میں جان بوجھ کر غلطی نہیں کرتا۔

حضرت ابورجاء فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے قرآن میں نقطے لگانے کے متعلق پوچھا؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ تم لوگ حروف میں کمی زیادتی کروگے۔ اور میں نے حضرت حسن سے پوچھا؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں حضرت عمر کی وہ بات نہیں پہنچی جو انہوں نے خط میں لکھی تھی: کہ تم عربی سیکھو۔ اور اچھے طریقہ سے عبادت کرنا سیکھو۔ اور دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرو۔(مصنف ابن ابی شیبہ)

ہمارے اسلاف صحیح معنٰی میں قرآن کریم کے پاسبان اور نگہبان تھے، وہ کسی نااہل کے سپرد ایساکام نہیں کرتے تھے جس سے امت میں کوئی نیا فتنہ اور فتور پڑ جاتا،

حضرت امام محمد بھی انہی محتاط لوگوں میں سے تھے، جنہیں خدشہ پیدا ہوا کہ اجازت لینے والے کہیں جانے اور انجانے میں کسی غلطی کا ارتکاب نہ کر دیں، اس لیے اجازت مانگنے والوں کو ایک طرح کی آگاہی بھی کر دی کہ احتیاطی پہلو اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

علم و عمل کا اک درخشاں ستارہ

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

سید عبد الصبور طارق

قاضی ابو یوسفؒ خلیفہ ہارون رشید عباسی (۱۷۰ھ، ۷۸۶ء تا ۸۰۹ء) کے زمانہ میں سلطنت عباسیہ کے قاضی القضاۃ یعنی موجودہ دور کے چیف جسٹس تھے۔ بہت کم گو اور انصاف پسند تھے۔ بادشاہِ وقت کے سامنے بھی حق بات کہنے سے نہیں چوکتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے روز ایک شخص ہارون کے سامنے کھڑا ہوا جب کہ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ اس شخص نے ہارون سے کہا:

"خدا کی قسم تم تقسیم دولت میں مساوات کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ نہ رغبت کے ساتھ عدل کرتے ہو، تم نے یہ کیا اور وہ کیا"۔

ہارون کے حکم سے وہ شخص فوراً گرفتار کر لیا گیا اور نماز جمعہ کے بعد خلیفہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ ہارون نے امام اَبو یوسفؒ کو بلوایا۔ وہ جب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ہتھکڑی اور بیڑیوں میں جکڑا کھڑا ہے۔ جلاد اس کے سر پر کوڑے لئے کھڑے ہیں۔ ہارون امام ابو یوسفؒ کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا

"اے یعقوب! اس شخص نے مجھ سے ایسی باتیں کہی ہیں جو آج تک کسی کو کہنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔"

امام اَبو یوسف نے کہا: "امیر المومنین! کون سی بات ہو گئی؟ اس طرح کی باتیں تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی کی گئیں اور آپ ﷺ نے معاف کر دیا اور درگزر سے کام لیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو قسم دی۔

میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ عدل کیجئے!
آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: "اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا؟" اور اسے معاف فرما دیا۔

ایک مرتبہ اس سے بھی سنگین واقعہ ہوا۔ زبیرؓ اور ایک انصاری مدعی اور مدعا علیہ بن کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فیصلہ زبیرؓ کے حق میں دیا، جس پر انصاری نے کہا۔ "یا رسول اللہؐ کیا یہ فیصلہ آپ ﷺ نے اس لئے کیا ہے کہ زبیرؓ آپ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ سنا اور اسے معاف کر دیا۔"

امام ابو یوسفؒ کی یہ باتیں سن کر ہارون کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے اس شخص کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔"

امام ابو یوسفؒ کی حق گوئی اور جرأت و دلیری کا یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک مصنف کے مطابق: "جب قیصر روم کی بار بار عہد شکنی، سرکشی اور سرحد پر قتل و غارت سے ہارون تنگ آ گیا تو ایک روز نہایت غصہ سے اس نے قاضی القضاۃ حضرت امام اَبو یوسفؒ سے پوچھا کہ عہد اسلامی میں عیسائیوں کے گرجا گھر کیوں محفوظ رہے ہیں اور کس نے ان کو اس بات کی اجازت دی کہ شہروں میں اعلانیہ جلوس نکالیں؟ اس پر امام اَبو یوسفؒ نے بڑی جرأت سے جواب دیا: "حضرت عمرؓ کے عہد میں جب رومی ممالک فتح ہوئے تو عیسائیوں کو یہ لکھ کر دے دیا گیا تھا کہ تمہارے گرجے محفوظ رہیں گے اور تمہیں اپنے مذہبی اعمال بجا لانے اور صلیب نکالنے میں پوری آزادی ہو گی۔ پس اب کس کی مجال ہو سکتی ہے کہ اس حکم کو منسوخ کر دے۔" یہ سن کر ہارون الرشید چپ ہو گیا اور پھر ساری عمر کبھی مسیحی آبادی کے مذہبی امور میں کوئی مداخلت نہیں کی۔

علامہ شبلی نعمانی ذمیوں کے حقوق سے متعلق اپنے ایک مقالہ میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں: "ہارون الرشید جب قیصر روم کی بار بار بغاوت سے نہایت برہم ہوا تو مسیحی آبادی کے حوالے سے اس کے خیالات تبدیل ہو گئے، غالباً اسی کا اثر تھا کہ اس نے

قاضی ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ مسیحی آبادی کے گرجے مسلمانوں کے دورِ اقتدار میں کیوں محفوظ رہے اور آج ان کو کیوں کر یہ اجازت حاصل ہے کہ وہ اعلانیہ صلیب نکالتے ہیں؟

اس کا جواب قاضی صاحب نے کچھ یوں دیا:

" مسلمانوں اور ذمیوں میں جزیہ کی بناء پر جو صلح ہوئی تھی۔ یہ شرط کچھ یوں تھی کہ ان کی خانقاہیں اور گرجے، شہر کے اندر ہوں یا باہر، برباد نہ کئے جائیں گے اور یہ کہ ان کا کوئی دشمن ان پر چڑھ آئے تو ان کی طرف سے مقابلہ کیا جائے گا اور یہ کہ وہ تیوہاروں میں صلیب نکالنے کے مجاز ہیں۔ چنانچہ تمام شام اور حیرہ (باستثناء بعض مواضع کے) انہیں شرائط پر فتح ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ خانقاہیں اور گرجے چھوڑ دیئے گئے اور برباد نہیں کئے گئے۔

حکایات

مرتب۔ حافظ عثمان محمود عباسی

حضرت حسن بصریؒ

حضرت حسن بصریؒ جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ روم تشریف لے گئے۔ وہاں وزیر سے ملاقات ہوئی۔ وزیر نے کہا آج ہم ایک جگہ جا رہے ہیں۔ اگر آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں' تو اچھا ہے۔ آپ بھی راضی ہو گئے اور ان کے ہمراہ جنگل تشریف لے گئے۔ جنگل میں دیکھا کہ اطلس کا ایک قیمتی خیمہ ایستادہ ہے۔ وزیر کے پہنچتے ہی سب سے پہلے ایک لشکر جرار نے خیمے کا طواف کیا۔

پھر حکیموں اور فلاسفروں نے اس خیمے کا طواف کیا۔ اس کے بعد بے شمار حسین عورتیں زرق برق پوشاک پہنے اور زر و جواہرات کے طشت بھرے لے کر اس خیمے کے گرد طواف کر کے لوٹ آئیں۔ اس کے بعد بادشاہ اور وزیر اس خیمہ کے اندر گئے' اور کچھ دیر بعد باہر آ گئے۔ یہ نظارہ دیکھ کر آپ بہت دیر تک سوچتے رہے' جب کچھ سمجھ نہ آیا تو وزیر سے اس امر کے متعلق دریافت کیا۔ وزیر نے کہا کہ قیصر روم کا ایک حسین و جمیل نوجوان' اکلوتا فرزند فوت ہو گیا۔ اس خیمہ کے اندر اس کی قبر ہے۔

ہم لوگ سال بھر کے بعد اسی طرح خیمہ کی زیارت کو آتے ہیں اور اس قسم کا مظاہرہ کرتے ہوئے صاحب قبر کو یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ اگر تجھ کو زندہ کرنے میں ہمارا ذرا بھر اختیار ہوتا' تو ہم تمام فوج' حکیم' ڈاکٹر' فلاسفر' بزرگ' مال و دولت' غرضیکہ ہر طرح کوشش کر کے سب کچھ تجھ پر نثار کر دیتے مگر تیرا معاملہ تو ایسی ذات کے ساتھ ہے' جس کے مقابلہ میں تیرا باپ تو کیا ساری کائنات کی طاقت بالکل ہیچ ہے۔ یہ بات سن

کر آپ پر اس قدر اثر ہوا کہ اپنا کاروبار چھوڑ کر بصرہ واپس آ گئے اور تمام بیش قیمت جواہرات فی سبیل اللہ غرباء میں تقسیم کر دیئے اور ترک دنیا کی قسم کھا کر گوشہ نشین ہو گئے اور ستر سال تک ایسی عبادت کی کہ اپنے زمانے کے تمام بزرگوں پر سبقت لے گئے۔

کسی حالت میں مطمئن نہ رہنا

ایک ہرن کی آنکھ کسی صدمے کی وجہ سے جاتی رہی۔ بے چارہ شکاریوں کے ڈر سے دریا کے کنارے چرا کرتا اور جو آنکھ ضائع ہو چکی تھی دریا کی طرف سے جو خطرہ نہ سمجھ کر' اس آنکھ کا رخ دریا کی طرف رکھتا۔ اتفاقاً کوئی شکاری کشتی میں سوار چلا جاتا تھا۔ جونہی وہ ہرن کے برابر آیا' گولی ماری اور ہرن کا کام تمام کیا۔ یاد رکھو زندگی کو ہر طرف سے آفت ہے۔ کسی حالت میں مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔

سچ بولنے کا انعام

شہنشاہ جہانگیر نے ایک مرتبہ دوران شکار ایک گاؤں کے قریب ڈیرہ ڈالا۔ ایک خدمت گار گاؤں میں انڈے خریدنے گیا، تو ایک دیہاتی نے یہ معلوم کر کے کہ یہ انڈے بادشاہ کے لیے خریدے جا رہے ہیں، پانچ اشرفی فی انڈا قیمت طلب کی۔ خدمت گار نے اس کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ یہ شخص باوجود اس بات کے جاننے کے کہ انڈے شہنشاہ عالم کے لیے مطلوب ہیں، اس قدر گراں قیمت طلب کرتا ہے۔ بادشاہ نے نہایت خوش اخلاقی سے دریافت کیا کہ کیا اس گاؤں میں انڈے کم ملتے ہیں؟ دیہاتی نے کہا، حضور انڈے تو بہت ملتے ہیں لیکن ایسے شہنشاہ کم ملتے ہیں۔ بادشاہ اس کے اس مدلل اور برجستہ جواب سے بہت خوش ہوا، اور انڈوں کی منہ مانگی قیمت دینے کے علاوہ اس کو معقول انعام دے کر رخصت کیا۔ ☆☆☆

موبائل فون

(پریم پی بھالا کی کتاب ''اچھے تعلقات کے رہنما اصول'' سے ماخوذ)

موبائل فون ایک ایسی ایجاد ہے جو دور دراز موجود لوگوں کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہے۔ اس لیے لازمی ہے کہ اس سہولت کو استعمال کرتے ہوئے شائستگی اور ادب آداب کو ملحوظ رکھیں۔ موبائل فون کے استعمال کے حوالے سے ذیل میں کچھ ہدایات دی جارہی ہیں جن پر عمل پیرا ہونا مفید ہے: ① موبائل فون کی سہولت ذاتی ہے، اس کے ذریعے لوگوں کی پرائیویسی کو مجروح نہ کریں۔ پہلے ہمیشہ کوشش کریں کہ لینڈ لائن نمبر پر بات ہو جائے۔ صرف ہنگامی حالات میں موبائل کو استعمال کریں۔ موبائل پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیشہ اپنی بات مختصر کریں اور صرف کام کی بات کریں۔ اگر بات مختصر ہو تو ہمیشہ ایس ایم ایس کریں۔ ② اکثر لوگ عادی ہیں کہ وہ کھانے کے دوران سینما اور میٹنگز کے دوران فون کرتے رہتے ہیں اس حرکت سے اجتناب کریں۔ ③ ہم عموماً مشاہدہ کرتے ہیں کہ فون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے۔ عوامی جگہوں پر فون کی گھنٹی سائلنس پر لگا کر رکھیں۔ ④ جب آپ ایسی جگہ پر بیٹھے بات کر رہے ہوں جہاں اور بھی لوگ ہوں تو دھیمے لہجے میں بات کریں۔ دوسروں کو ڈسٹرب نہ کریں۔ بلکہ کوشش کریں کہ فون سننے کے لیے کسی گوشۂ تنہائی میں چلے جائیں جس سے نہ آپ پریشان ہوں اور نہ ہی دوسرے۔ ⑤ گھر سے باہر ہونے کی صورت میں موبائل فون ساتھ رکھنا مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ گھر میں کسی قسم کی ایمرجنسی کی صورت میں گھر والے آپ سے رابطہ کر لیتے ہیں۔ ضرورت کے وقت آپ بھی انہیں فون کر سکتے ہیں۔ ⑥ یاد رکھیں دوران ڈرائیونگ موبائل فون استعمال کرنا سخت نقصان دہ ہوتا ہے۔ اگر بات کرنا ضروری ہو تو گاڑی کو روک کر فون سن لیں۔ ☆...☆...☆

سب سے پہلے

ابو اسامہ محمود

حضرت حکم فرماتے ہیں کہ کوفہ میں سب سے پہلے قضاء کا عہدہ سنبھالنے والے سلمان بن ربیعہ باہلی ہیں۔ وہ چالیس دن تک یوں ہی بیٹھے رہے کہ ان کے پاس کوئی مقدمہ ہی نہ آیا۔

حضرت حصین فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے عیدین کے لئے منبر بشر بن مروان نے نکالا اور سب سے پہلے عیدین کے لئے اذان زیاد نے دلوائی۔ (عیدین کی اذان نہیں ہوتی۔ (حدوٹی)

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے بیٹھ کر خطبہ حضرت معاویہ نے ارشاد فرمایا۔ لیکن یہ اس وقت ہوا جب وہ بوڑھے ہوگئے تھے، جسم فربہ اور پیٹ بڑھ گیا تھا۔

حضرت تمیم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے کوفہ کے امیر کو امارت کا سلام کیا گیا۔ ہوا یوں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ محل سے باہر آئے تو قبیلہ کندہ کے ایک آدمی نے انہیں امارت کا سلام کیا۔ انہوں نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ میں تو تم ہی میں سے ایک آدمی ہوں۔ پھر اس طرح کا سلام چھوڑ دیا گیا لیکن بعد کے ادوار میں پھر جاری ہوگیا۔

حضرت سعد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے منبر پر خطبہ دینے والے حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مہمانوں کی ضیافت کی، سب سے پہلے ان کے ختنے ہوئے، سب سے پہلے

انہوں نے ناخن کاٹے، سب سے پہلے انہوں نے مونچھیں تراشیں اور سب سے پہلے انہوں نے زیر ناف بال صاف کئے۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ بالوں کی سفیدی سب سے پہلے حضرت ابراہیم نے دیکھی۔ جب ان کے بال سفید ہوئے تو انہوں نے عرض کیا اے میرے رب! یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ وقار ہے۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ! میرے وقار میں اضافہ فرما۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میرے سامنے لائی گئی، میں نے اس میں عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا۔ اسے جہنم میں گھسیٹا جارہا تھا۔ وہ پہلا آدمی تھا جس نے ابراہیم کی شریعت میں تحریف کی اور بت رکھے۔

حضرت حسن بن مسلم فرماتے ہیں کہ مکہ میں سب سے پہلے سلام عبد الرحمن بن ابزیٰ نے کیا۔

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ تکبیر میں سب سے پہلے کمی کرنے والا زیاد ہے۔

حضرت خالد بن عرفطہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد ﷺ کے صحابہ میں سب سے پہلے اختلاف تب دیکھا جب حضرت عثمان نے حج کے لئے اور حضرت علی نے حج اور عمرہ کے لئے احرام باندھا۔

حضرت عبد الملک بن عمیر فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کے لئے دو لاٹھیاں پکڑیں، سب سے پہلے جس نے بیٹھ کر خطبہ دیا اور سب سے پہلے جس کے سامنے عید میں اذان دی گئی وہ زیاد تھا۔

حضرت مجالد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے بازاروں سے ٹیکس زیاد نے لیا۔

حضرت عبد الرحمن بن کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کی بینائی زائل ہو گئی تو میں انہیں لے کر جمعہ کی نماز کے لئے جایا کرتا تھا۔ جب وہ جمعہ کی اذان سنتے تو ابو امامہ اسعد بن زرارہ کے لئے استغفار کرتے اور دعا کرتے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابا جان! جمعہ کے دن آپ ابو امامہ کے لئے دعا اور استغفار کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا بیٹا! حضور ﷺ کے (مدینہ منورہ کی طرف) تشریف لانے سے پہلے سب سے پہلے انہوں نے ہی ہمیں جمعہ کی نماز بنو بیاضہ کے چشمے اور چراگاہ کے پاس پڑھائی تھی۔ میں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس وقت ہم چالیس آدمی تھے۔

دودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی

حضرت اسلم فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق کے ہمراہ تھا، وہ مدینہ کا گشت کر رہے تھے، جب وہ گشت کرتے کرتے تھک گئے تو ایک گھر کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی، اچانک انہیں ایک آواز سنائی دی کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے، اے بیٹی! دودھ میں پانی ملا دو۔

بیٹی: اے امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ حضرت امیر المومنین نے دودھ میں پانی ملانے کے بارے میں آج کیا اعلان کیا ہے؟ ماں: اے میری پیاری بیٹی! امیر المومنین نے کیا اعلان کیا ہے؟

بیٹی: امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے اپنے منادی کو حکم دیا ہے کہ وہ اعلان کرے کہ کوئی بھی دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں: اے بیٹی اٹھ اور جا کر دودھ میں پانی ملا دے، اس لیے کہ تو اس وقت ایسی جگہ پر ہے جہاں نہ تو تجھے امیر المومنین حضرت عمر فاروق دیکھ رہے ہیں اور نہ ہی حضرت عمر فاروق کا منادی دیکھ رہا ہے۔ بیٹی: اے پیارے امی جان! اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گی کہ جلوت میں تو اس کی اطاعت کروں اور خلوت میں اس کی نافرمانی کروں۔ (صفۃ الصفوۃ علامہ ابن الجوزی)